

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



پچھلے ہفتہ راولپنڈی میں ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے

زیر اہتمام ایک بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی جسکی بعض تقریبات دیکھنے کا راقم کو بھی اتفاق ہوا۔ مختلف

اسلامی ممالک کے علماء اور دانشوروں کے علاوہ پاکستان کے دو چار علماء حق کو بھی اس میں شرکت کا موقعہ دیا گیا تھا۔ عالم اسلام کے مختلف حصوں کے علماء اور قدیم و جدید طبقات کا باہمی تبادلہ خیال اور عالم اسلام کو درپیش مسائل پر غور و بحث مسلمانوں کے باہمی اتحاد اور اتفاق کی ضرورت کا احساس، ایسے امور ہیں جن کے لحاظ سے اس کانفرنس کا اہتمام قابل تحسین قرار پاتا ہے۔ مگر تصویر کا دوسرا رخ وہ ہے جسے ادارہ تحقیقات اور اس کے کارپردازوں کی ذہنی ساخت نظریات اور تحقیقی شاہکاروں کے پس منظر میں ہم دیکھ سکتے ہیں۔ افتتاحی اجلاس میں متظہین نے اس کانفرنس کے انعقاد سے اپنی جن توقعات کے وابستہ ہو نیکا اظہار کیا اس سے بھی یہ حقیقت ایک بار پھر کھل کر سامنے آگئی جس کا اظہار دین کو نئے تقاضوں کے سانچے میں ڈھالنے اور حالات کے مطابق بنانے وغیرہ الفاظ سے بار بار کیا جا رہا ہے۔

اس وقت تقریباً تمام مسلمان ممالک ایک ذہنی کشمکش میں مبتلا ہیں جن کو ہم اسلامی افکار و اقدار اور مغربی تہذیب و اقدار کے معرکہ کا نام دے سکتے ہیں جو طبقہ تجدد اور مغربی افکار کا حامل ہے۔ اگر اس کی اس تمام غوغا آرائی اور کاوش کا مقصد صرف یہ ہوتا کہ مغربی تہذیب کی اخلاقی اور روحانی خرابیوں سے پہلو بچاتے ہوئے قرآن و سنت اور اسلامی اقدار کو مضبوطی سے محکم کر موجودہ عصری علوم، اور سائنسی ترقیات سے استفادہ کیا جائے اور عصر حاضر کے درپیش مسائل کی شریعت اسلامیہ کی روشنی میں شرعی حیثیت واضح کی جائے۔ اگر وہ مسائل اور نظریات اسلام کی اساس سے متصادم نہ ہوں انہیں اپنا لیا جائے اور نئی تہذیب کی جو باتیں شریعت اسلامیہ سے میل نہ کھائیں انہیں بلاتاقول یکسر خیر باد کہہ دیا جائے تو اس مقصد کی خوبی میں کسی عالم اور کسی متصائب مسلمان کی دو رائیں نہیں ہو سکتی تھیں۔ کیونکہ اسلام نے ہر دور اور ہر زمانہ کی اچھی باتوں کو اپنانے کا تمام مذاہب سے زیادہ اہتمام کیا ہے۔ وہ انسان کو اللہ کا خلیفہ اور بر و بھر کا مالک قرار دیتا ہے۔ اس نے انسان کو کائنات اور عناصر کی تمام جوہری قوتوں کی تسخیر کی دولت سے نوازا ہے۔ اسلام جائز حدود کے اندر انسان کی ضروریات کی تکمیل اور قومی ملکی اور ملی مفادات کی حفاظت و دفاع کیلئے ترقیات زمانہ سے استفادہ اور حصول علوم و فنون

کینے دوسری اقوام کے شانہ بشانہ چلنے سے ہرگز نہیں روکتا۔ جو طبقہ اسلامی علوم و فنون اور اسلامی اقدار کا علمبردار ہے۔ اس کی طرف سے بارگاہیہ چیلنج دیا جا چکا ہے۔ کہ اسلام کے کئی اصول اور نظریہ یا عملدستی کے کسی گروہ کی تعلیمات میں عصری اور تجرباتی علوم میں ترقی اور اضافہ سے منع کرنے کی کوئی مثال اگر موجود ہو تو اسے پیش کر دیا جائے۔

الغرض تبدل و اصلاح مذہب کے نعرے بلند کرنے والوں کے عزائم اور مقاصد اگر صرف یہی ہوتے تو اختلاف کی کوئی صورت پیدا نہ ہوتی مگر اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اسلام کو نئے تقاضوں کے سانچوں میں ڈھالنا چاہتے ہیں، ان کی ذہنی ساخت تعلیم و تربیت، ذاتی سیاسی مصالح مغربی تہذیب و تمدن میں سر تاپا استغراق اور جن سرچشموں سے ان کے نظریات کی آبیاری ہو رہی ہے۔ اور اسلام پر تحقیق اور ریسرچ کے جوت نئے نئے مسلمانوں کے سامنے آرہے ہیں۔ ان سب چیزوں سے یہ حقیقت مسلمہ کھل کر سامنے آچکی ہے کہ دراصل ان لوگوں کا مقصد پورے اسلامی معاشرہ کو مغربی تہذیب و تمدن اور لادینی افکار و خیالات میں ڈھالنا اور اسلامی ممالک کو مغربی ممالک کے نقش قدم پر چلانا ہے۔ اس راہ میں جو بھی دینی تصورات اور ضوابط، قوانین اور دینی اقدار و ہدایات عامل ہو سکتے ہوں ان میں ترمیم و تفسیح کی جائے یا اسے کھینچ تان کر اسلام کے دائرہ میں لایا جائے اور مختصر یہ کہ اس طرح اسلام حقیقی خدا و خالق سے محروم ہو کر ملک و معاشرہ کو مغربیت کے سانچے میں ڈھالنے کیلئے رکاوٹ نہ بنے۔ یہی وہ المناک صورتحال ہے جس سے ”تجدد اور اصلاح کے خوشنام“ نام سے اسلام اور راسخ العقیدہ مسلمان دوچار ہیں۔ تجدید کے نام پر مغربی تہذیب و افکار کی یہی وہ اندھی تقلید ہے جس کا رونا علامہ اقبالؒ روپکے ہیں۔

لیکن عجیبے ڈر ہے کہ یہ آوازہ تجدید مشرق میں سب سے تقلید فرنگی کا بہانہ

اور یہی وہ تشویشناک صورت حال ہے جس نے دینی اقدار و افکار پر مرٹنے والے علماء اور غیور مسلمانوں کو شدید اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے اور وہ کسی سال میں بھی اسلام کو یورپ کی اخلاقی اور روحانی اقدار سے ماری نظام کی بھینٹ پڑھانے پر آمادہ نہیں ہو سکتے۔ اور اس راہ میں وہ بے خطر ہر میدان میں سنگ گراں ثابت ہو جاتے ہیں جس کا کچھ مظاہرہ راولپنڈی کی کانفرنس میں لادینی نظریات پیش کرنے پر حاضرین کے سوا انظم کا شدید نفرت اور بیزاری ظاہر کرنے کی شکل میں ہوا۔



تجدد اور مغرب زدہ طبقہ کے ہاں نئے تقاضوں اور حالات کا سامنا کرنے اور مذہب کے

ترقی پذیر ہونے کا مطلب کھلے الفاظ میں یہ ہے کہ مذہب کو حالات کا تابع بنایا جائے نہ کہ حالات اور زمانہ کو مذہب کے مطابق بنایا جائے۔ جہاں تک عہد جدید کا تعلق ہے ہم حیران ہیں کہ آخر وہ کون سے تقاضے ہیں جن کا مذہب کو سامنا کرنا پڑا ہے، اور اسلام اپنی موجودہ شکل میں اس کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اگر انسان پیدل چلنے اور بیل گاڑی کی بجائے جیٹ سیارہ اور خلائی جہازوں میں اڑنے لگا، آتش کا پنکھا چلانے کی بجائے ایرکنڈیشنر استعمال کرنے لگا، دستکاری کی جگہ بھاری بھر کم مشینوں اور کارخانوں نے سنبھال لی، وہ وال روٹی کی بجائے کیک، ٹوسٹ اور سینڈویچ کھانے لگا، برف اور ٹھنڈے پانی کی بجائے کوئلہ، کولڈ اسٹوریج اور ریفریجریٹر کے مشروبات استعمال ہونے لگے، کچے مکانات کی بجائے فلک بوس عمارتوں میں رہائش ہونے لگی، لوگ سیڑھیوں کی بجائے لفٹ سے چڑھنے لگے۔ انسان تیر و سنان کی بجائے توپ و تفنگ اور بدوق و ریوالور کی بجائے ایٹم اور میزائل پر قادر ہوا، تو آخر مذہب کا وہ کونسا اصول ہے جو ان تبدیلیوں اور تغیرات سے جوڑ نہیں کھاتا؟ بیشک کھانے پینے رہنے سہنے اور مال و جان کی حفاظت کی شکل میں انسان کی جو بنیادی ضروریات تھیں عصر حاضر نے ترقی یافتہ شکل میں انہیں پورا کر دیا جو امتداد زمانہ کا طبعی نتیجہ تھا۔ مذہب نے پہلے بھی چند ضابطوں اور تقاضوں سے مشروط کر کے ان ضروریات کی تحصیل و تکمیل کی اجازت دی اور آج بھی مذہب مسلمانوں کو ان تقاضوں کے اندر رکھ کر ان مادی ضروریات کے حصول اور استفادہ کی پوری اجازت دیتا ہے۔ ہاں اگر نئے تقاضوں اور عصری ضروریات سے صرف سائنسی ترقیات اور تجرباتی علوم و فنون مراد نہیں بلکہ پوری وہ تہذیب ہے جس میں آج یورپ مبتلا ہے۔ اور جو ایک ذہریے سرطان اور مہلک بزم کی شکل میں پوری انسانیت کا جسم کھائے جا رہی ہے۔ اور آپ اسلام کا جوڑ اس مغربی طرز معاشرت سے رگنا چاہتے ہیں جس کا مطلب عینی بے راہ روی، اخلاقی انارکی، مرد اور عورت کا آزادانہ میل ملاپ، کلبوں کی زندگی، کاک ٹیل پارٹیاں، سود، شراب، جوا، نمائش سن، سول میرج، گرل اور بوائے فرینڈز، الغرض تمام اخلاقی اور دینی حدود و اصول سے بغاوت ہے تو یقین جانیئے کہ اسلام اس بارہ میں قطعی جامد اور متعصب ہے۔ اس میں ہرگز عصر حاضر کے ان قبیح تقاضوں کے ساتھ چلنے کی سکت نہیں اور وہ ایک پل کیلئے ایسے ترقی یافتہ اور مذہب لوگوں کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اسلام کا یہ مجہود اور تعصب خود تجدد پسندوں پر ثابت ہو چکا ہے اس لئے اسلام کو اپنی خواہشات کے تابع بنانے اور اس کا صرف لیل اپنے ساتھ ہر حال میں چپکائے رکھنے کی بجائے برائست مندانہ بات تو یہ ہے کہ اسے خیر باد کہہ دیجئے۔ آپ بیشک ان نئے



تعاونوں کو اپنا یے مگر اسلام بچا رہے کو مشق ستم نہ بنائیے۔ یہ خدا کی آخری نعمت ہے، رہتی دنیا تک انسانیت کے حقیقی فلاح، بہبود کا اسی نسخہ شفا پر انحصار ہے۔ اگر عصر حاضر کی فطرت نسخہ ہو چکی ہے اور اس کا مزاج اسلام سے جوڑ نہیں کھاتا تو آنے والی نسلوں کو اس نسخہ ہدایت سے کیوں محروم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اپنی نفس پرستی، شکم پروری، خواہشات کی پرستش کے لئے اتنی بڑی نعمت کے ساتھ یہ تلاعب اور استہزاء اور یہ تعصب و عناد ایک ایسی بدترین ناشکری ہوگی جس کی نظیر انسانی تاریخ میں مشکل سے مل سکے گی۔



اگر آپ دل سے چاہتے ہیں کہ اسلام کی فوقیت ہر زمانہ پر رہے اور آپ کا واقعی عقیدہ ہے کہ قرآن اور اسلام میں ہر زمانہ کے حوادث و نوازل کا حل موجود ہے۔ اور مغربی تہذیب نے جو ناجائز معاشرتی اور معاشی مسائل پیدا کر دیئے ہیں، اسلام ان سب کا بہترین متبادل حل پیش کر سکتا ہے۔ تو آپ کی تحقیق اور ریسرچ کا ہدف یہ نہ ہونا چاہئے کہ یورپ کے حرام طور طریقوں کو جائز ثابت کرانے کیلئے اسلام کے عورات کو حلال قرار دیں بلکہ اپنی تحقیق کا محور یہ بنائیے کہ یورپ کی ان غلط اور حرام چیزوں کی بجائے کن جائز اور حلال صورتوں سے نئے زمانہ کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔ بینک، نظام اور سود پر ہزار بحث کیجئے مگر اس کو حلال ثابت کرانے کیلئے نہیں بلکہ اس کے متبادل حلال صورتوں مضاربت و مشارکت وغیرہ کو زیر بحث لائیے اور انہیں آزمائیے۔ شراب، بے پردگی، اور مخلوط معاشرت کو کھینچنا تاں کہ اسلام میں داخل کرانے کی بجائے معاشرہ کو عصری ترقیات سے ہٹکارا دیتے ہوئے ان خرابیوں سے بچنے کی تدابیر سوچئے۔ معاشرتی حقوق کو پائمالی حق تلفی اور ظلم و تعدی سے بچانے کیلئے اسلامی معاشرہ برپا کرنے اور ظلم کے اسباب کے تدارک پر غور کریں نہ کہ آپ تعدد و ازدواج پر پابندی لگائیں یا دیگر معاشرتی مسائل طلاق عدت وغیرہ میں قہر مود شروع کر دیں۔ معاشی تغاوت، غیر منصفانہ تقسیم دولت اور طبقاتی کشمکش ختم کرنے کیلئے آپ اسلام کے نظام اقتصاد و اعتدال کو سامنے لا کر آزمائیں۔ نہ کہ اسلام کا رشتہ اور جوڑ، سرشلزم، مارکسزم یا سرمایہ دارانہ نظام سے جوڑیں۔ نئے مملوٹ اور مسائل کی قرآن و سنت اور آثار صحابہ اور فقہی مدد کی روشنی میں مخصوص شرائط اور حدود میں رہتے ہوئے حل نکالئے نہ کہ آپ عقل کو شریعت پر ترجیح دیکر عقل کے کردار کو کھلی چھوٹ دیدیں کہ وہ پوری شریعت اور منصوصات شریعت کو بھی ویڑ کر سکے عقل کو شریعت کے دائرہ میں رہنے کا ذریعہ بنائیے نہ کہ شریعت سے فرار کا۔ آپ سرائین اور ٹکنالوجی میں بیشک ترقی کریں، مادی آسائش کی راہیں تلاش کریں